ختم نبوت

کورس

موضوع

عقیدہ ختم نبوت

سبق نمبر 18

عنوان

رفعِ عیسٰی علیہ السلام پر وارد مرزائی شبہات کا رد

انوارِ ختمِ نبوت ٹرسٹ پاکستان

زیرِ نگرانی

انٹرنیشنل ختم نبوۃ موومنٹ پاکستان

سبق نمبر 18 کا خلاصہ:

(1) اس سبق میں ہم مرزائیوں کی طرف سے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر پیش کیے جانے والے قرآنی شبہات اور ان کے جوابات مختصراً عرض کریں گے اور بعض الفاظ جس سے مرزائی دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے معانی ومفاہیم بیان کریں۔

تردید دلائل وفات مسیح علیہ السلام

ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ موضوع بحث اصل مسئلہ حیات وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام ہے اور اسی موضوع پر گفتگو ہونی چاہیے، مگر مزے کی بات یہ ہے کہ بات اصل موضوع پر ہو تو بھی مرزائی حضرات دلائل وفاتِ عیسیٰ پر دیتے ہیں وہ بھی خودساختہ معنی و مفہوم بنا کر مگر وہ من گھڑت دلائل موضوع سے غیر متعلقہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے حق میں ذرا بھی مضر نہیں ہیں، پھر بھی اتمام حجت کے لیے ان کے خودساختہ دلائل کا پول کھولنے کے لیے ہم اس سبق میں ان دلائل کو ذکر کر کے اُن کا رد کریں گے۔ ان شاء اللہ

آیت نمبر 1

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ۔

(المائدہ:117)

ترجمہ: پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ خود ان کے نگران تھے، اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں۔ (آسان ترجمہ قرآن)

مرزائی استدلال:

یہ آیت اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اگر ہم فوت شدہ تسلیم نہ کریں تو یہ اعتراض لازم آئے گا کہ اب جو عیسائی بگڑے ہوئے ہیں ان کے وہ ذمہ دار ہیں کیونکہ فرماتے ہیں کہ جب تک کہ میں اِن میں زندہ تھا میں ذمہ دار تھا لیکن جب تو نے مجھے وفات دی تو میں ذمہ دار نہیں رہا اس جواب سے معلوم ہوا کہ وہ اب فوت ہو چکے ہیں، ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ موجودہ بگڑے ہوئے تمام عیسائیوں کے ذمہ دار ہیں کیونکہ وہ صاف صاف

فرماتے ہیں کہ ''توفی'' سے پہلے کی زندگی کا میں ذمہ دار ہوں اور ''توفی'' کے بعد کا ذمہ دار نہیں۔
نیز جب بقول تمہارے عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اپنی بگڑی ہوئی امت میں آئیں گے اور ان کو بگڑے ہوئے دیکھیں گے تو قیامت کے روز اللہ کے سامنے کس طرح لاعلمی کا اظہار کرسکیں گے۔
یہ تو نعوذ باللہ جھوٹ بنتا ہے۔

جواب نمبر 1:

آیت مذکورہ میں ''تَوَفَّيْتَنِيْ'' کے معنی وفات اور موت نہیں بلکہ رَفَعْتَنِيْ وَ قَبَضْتَنِيْ کے معنی ہیں اور تمام مفسرین نے آیت مذکور کے یہی معنی کیے ہیں کوئی ایک مفسر یا مجدد بھی ایسا نہیں ملتا جس نے اس آیت سے وفاتِ مسیح ثابت کی ہو۔

لہٰذا آیتِ مذکورہ میں تقابل موت وحیات کا نہیں بلکہ موجودگی اور عدم موجودگی کا ہے جس پر مَادُمْتُ فِيْهِمْ کے الفاظ صریح دلیل ہیں کہ مَادُمْتُ حَيًّا کیا نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ وہ اپنے زمانۂ موجودگی کے ذمہ دار ہیں اور عدم موجودگی کے ذمہ دار نہیں بلکہ یہ الفاظ اس بات پر بھی دلیل ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں کوئی زمانہ ایسا بھی ہونا چاہیے کہ جس میں آپ ان کے اندر موجود نہ ہوں اور زندہ ہوں۔

جواب نمبر 2:

مرزائیوں کا یہ دعویٰ بھی بے دلیل ہے کہ بگاڑ اور عدم بگاڑ میں حد فاصل موت ہے۔
بلکہ موجودگی اور عدم موجودگی ہے، جیسا کہ مرزائی تحریرات اس پر شاہد ہیں کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کشمیر چلے جانے کے بعد ان کی وفات سے قبل ہی عقائد باطلہ اختیار کر چکے تھے۔
(دیکھیے چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن: جلد 23، صفحہ 266۔ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن: جلد 17، صفحہ 311)

مرزائی اعتراض:

بقول آپ کے جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں اپنی بگڑی ہوئی قوم میں تشریف لائیں گے اور ان کی زبوں حالی ملاحظہ فرمائیں گے تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طرح لاعلمی کا اظہار کرسکیں گے، یہ تو غلط بیانی اور صریح جھوٹ ہوگا جو ان کی بلند شان

کے خلاف ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور انہیں اپنی بگڑی ہوئی امت کا کوئی علم نہیں ہوگا۔

جواب نمبر1:

عیسیٰ علیہ السلام سے سوال علم یا لاعلمی کا نہیں ہوگا بلکہ کہنے یا نہ کہنے کا ہوگا۔ یہ مرزائیوں کا صریح دھوکہ اور غلط بیانی ہے۔قرآن مجید ملاحظہ فرمائیں:

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ۔ (المائدہ:116)

ترجمہ: اور (اس وقت کا بھی ذکر سنو) جب اللہ کہے گا کہ ’’اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ دو معبود بناؤ؟‘‘ وہ کہیں گے ’’ہم تو آپ کی ذات کو (شرک سے) پاک سمجھتے ہیں۔ میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں......الخ۔

دیکھئے یہاں پر بہترین وضاحت موجود ہے کہ سوال کہنے کے متعلق ہے جواب میں بھی کہنے کی نفی ہے، نہ یہاں علم کا سوال ہے اور نہ علم کی نفی ہے۔

جواب نمبر2:

اگر عیسیٰ علیہ السلام کے جواب میں علم کی نفی پائی جائے تو بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، آپ ذرا اس مکالمے سے پہلے اس مکالمے کو ملاحظہ فرمائیں جو تمام انبیاء سے ہو رہا ہے کہ جب تمام نبی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اپنی ذات کی لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ حالانکہ تمام نبی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ (المائدہ:109)

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو اکٹھا فرمائیں گے پس فرمائیں گے تم کیا جواب دیے گئے تھے، عرض کریں گے کہ ہمیں علم نہیں بے شک تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔

جواب نمبر3:

مرزا قادیانی خود تسلیم کر رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت سے قبل ہی اپنی امت کے بگاڑ کا علم ہو جائے گا۔لہٰذا اب آپ بتائیں جب انہیں قیامت سے قبل علم ہو چکا تو ان کا نفی علم کا جواب کیسے درست ہو گا؟

فما هو جوابكم فهو جوابنا جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

حوالہ نمبر1:

میرے پر یہ کشف ظاہر کیا گیا کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی۔

(آئینہ کمالات اسلام: صفحہ 254۔ روحانی خزائن: جلد5،صفحہ 254)

جب خبر دی جا چکی تو عدم علم تو نہ رہا نا!

حوالہ نمبر2:

خدائے تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دے دی کہ تیری قوم اور تیری امت نے اس طوفان کو برپا کیا ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام: صفحہ 268۔ درحاشیہ روحانی خزائن: جلد5،صفحہ 268)

یہاں بھی واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ علم تھا۔

مرزائی اعتراض:

یہاں تَوَفَّيْتَنِي کا معنی موت ہی ہے۔جیسا کہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے جب چند لوگوں کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو آپ نے فرمایا میں اس وقت کہوں گا جیسا کہ عبدِ صالح (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا۔

”أَقُولُ كَمَا قَالَ: الْعَبْدُ الصَّالِحُ“

جب حضور ﷺ تَوَفَّيْتَنِي کا لفظ بولیں گے تو یہاں بالاتفاق مراد موت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مقولہ میں بھی اس سے مراد موت ہے۔

جواب نمبر1:

یہاں بھی مرزائیوں نے اپنی روایتی بے ایمانی، دجل یا اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ یہاں حدیثِ پاک میں عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ دونوں غیر غیر ہیں جس پر ''کَمَا'' کا لفظِ تشبیہ دلالت کر رہا ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مغایرت ضروری ہے، اگر حضور ﷺ کا مقولہ بھی وہی مقولہ ہوتا تو آپ ''کَمَا'' کی بجائے ''مَا'' کا لفظ استعمال فرماتے، حضور ﷺ نے جو حدیث میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي پڑھا ہے وہ آپ کا مقولہ نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ ''کَمَا'' کا لفظ تغائر چاہتا ہے، ورنہ ''کَمَا'' کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے۔ جیسے

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاھِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا۔

(المزمل:15)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے، جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔

جواب نمبر2:

اگر عیسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی اکرم ﷺ کا مقولہ ایک مان بھی لیا جائے تب بھی تشبیہ کی وجہ سے ان کے معنی میں مغائرت پیدا کرنی پڑے گی، لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام جب بولیں گے تو معنی رفع (اٹھایا جانا) ہوگا اور حضور ﷺ بولیں گے تو معنی موت ہوگا۔ مرزا بھی یہ قاعدہ مانتا ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ مغایرت ضروری ہے۔

(تحفہ گولڑویہ: صفحہ 63۔ روحانی خزائن: جلد 17، صفحہ 193)

جواب نمبر3:

کیا یہ ضروری ہے کہ جب ایک لفظ دو مختلف شخصیتوں پر بولا گیا ہو تو اس کا معنی ایک ہی لیا جائے؟ کیوں نہ دونوں شخصیتوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ان کے مناسب معنی لیا جائے، ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسبِ حیثیت و شخصیت اس کے جدا جدا معنی ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے عیسیٰ علیہ السلام اپنے حق میں نفس کا لفظ بولتے ہیں اور خدا کے لیے بھی ''**تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ**''، یعنی آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور

میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔'' تو کیا خدا اور مسیح کا نفس ایک طرح کا ہے؟ ٹھیک اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی تَوَفِّیْ، أَخْذُ الشَّیْءِ ہے کیونکہ اگر موت مراد لی جائے تو نصوصِ صریحہ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ذکر ہے، ان کے خلاف ہوگا۔

جواب نمبر 4:

ہم پیچھے براہین احمدیہ اور سراج منیر کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہاں ''توفی'' کا معنی موت نہیں بلکہ پوری نعمت دینے یا ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچانے کے ہیں۔ تو مرزا کے اس معنی کے مطابق آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ! جب تو نے مجھے اپنی غالب تدبیر سے ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچالیا اور نئی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا لیکن مجھے آسمانوں پر اٹھالیا تو پھر اس کے بعد تو نگران ہے اور میں تو اس وقت تک نگران اور زمہ دار ہوں جب تک ان میں موجود رہا۔

آیت نمبر 2:

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (المائدہ:75)

ترجمہ: مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں اور آپ سے پہلے رسول گزر چکے۔

آیت نمبر 3:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ (آل عمران:144)

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نرے رسول ہی تو ہیں، آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی تمام رسول فوت ہو چکے ہیں جس سے نتیجہ نکلا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں۔

جواب نمبر 1:

کسی مفسر یا مجدد نے یہ معنی مراد نہیں لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام نبی فوت ہو چکے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہیں اگر ہمت ہے تو کسی ایک مجدد کا نام پیش کرو جس نے اس آیت کا مطلب یہ لکھا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

جواب نمبر2:

یہاں ’’خَلَتْ‘‘ کا معنیٰ ’’مَضَتْ‘‘ ہے۔ جیسا کہ تمام مفسرین نے اس کے یہی معنی کیے ہیں۔ قرآن میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں جن میں معنی موت کے نہیں۔ مثلاً:

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ۔ (آل عمران:119)

ترجمہ: اور (منافقین) جب علیحدہ ہوتے ہیں تو اپنی انگلیاں غصے سے کاٹتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اپنے غصے میں مرجاؤ۔

کَذٰلِکَ اَرْسَلْنٰکَ فِیْ اُمَّۃٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھَآ اُمَمٌ۔ (الرعد:30)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) جس طرح دوسرے رسول بھیجے گئے تھے اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے جس سے پہلی بہت سی امتیں گزر چکی ہیں۔

(آسان ترجمہ قرآن)

حالانکہ اس وقت بھی بگڑی ہوئی امتیں موجود ہیں یعنی یہود و نصاریٰ موجود ہیں۔

اعتراض:

ہم مانتے ہیں کہ ’’خلت‘‘ کا معنیٰ ’’مضت‘‘ ہے لیکن قرآن مجید نے خود اس کی تصریح کر دی ہے فرمایا: ’’أَفَاِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ‘‘ اس میں موت اور قتل میں حصر کیا۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے قبل بھی تمام انبیاء علیہم السلام کا ان دو افراد ہی میں حصر ہے یعنی وہ قتل ہوئے ہیں یا مر گئے ہیں۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر خطبہ پڑھ کر متعین فرمادیا کہ یہاں ’’خَلَتْ‘‘ کا معنیٰ موت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ وَ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ اللّٰہَ فَاِنَّہٗ حَیٌّ لَایَمُوْتُ۔

ترجمہ: اور ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا ہے تو وہ ضرور فوت ہو گئے ہیں اور جو شخص محمد ﷺ کے خدا کی عبادت کرتا ہے تو وہ زندہ ہے، نہیں مرے گا۔

(تحفہ غزنویہ: صفحہ 49-48۔ روحانی خزائن: جلد 15، صفحہ 581)

جواب:

ہم کہتے ہیں کہ معنی بحال ہے کیونکہ جو خطبہ اس وقت پڑھا گیا ہے اس میں تو رفعِ مسیح کا ذکر ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اس قصہ کے متعلق یہ عبارت ہے:

قَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (رضی اللّٰہ عنہ) مَنْ قَالَ اِنَّ مُحَمَّدًا مَاتَ فَقَتَلْتُہٗ بِسَیْفِیْ ھٰذَا وَاِنَّمَا رُفِعَ اِلَی السَّمَاءِ کَمَا رُفِعَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

(دیکھو الملل والنحل: جلد ثالث)۔(تحفہ غزنویہ: صفحہ 48۔ روحانی خزائن: جلد 15، صفحہ 580 تا 581)

ترجمہ: عمر بن خطابؓ کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو گئے تو میں اپنی اسی تلوار سے اس کو قتل کر دوں گا کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اٹھائے گئے۔

ہمارا طریق استدلال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (المتوفی 24ھ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کو مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) بنایا ہے جو کہ امر مسلم تھا اور حضور ﷺ کے رفع کو مقیس بنایا۔ اب جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (المتوفی 13ھ) نے تردید صرف مقیس کی ہے حالانکہ اگر مقیس علیہ غلط ہوتا تو پہلے اس کی تردید کرتے مقیس کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقیس علیہ کی تردید نہ کرنا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کا اس پر سکوت کرنا رفع عیسیٰ علیہ السلام پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت کرتا ہے۔ نیز یہاں پر اختلاف بھی رفعِ جسمانی میں تھا کیونکہ حضور ﷺ کا روحانی رفع تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مانتے تھے۔ اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کی وفات کے ہی منکر تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع پر قیاس کر رہے تھے۔ باقی رہا یہ اعتراض کے جسد اطہر کے موجود ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کیوں کہی۔ اس کا جواب مرزا قادیانی نے خود دیا ہے۔

"**وَکَانَ مِنَ الْحُزْنِ کَالْمَجَانِیْنَ۔**" (تحفہ غزنویہ: صفحہ 55۔ روحانی خزائن: جلد 15، صفحہ 588)

یعنی، آپ شدت غم سے دیوانوں کی طرح ہو گئے تھے۔

جواب نمبر 3:

مرزا قادیانی نے:

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ کا ترجمہ یہ کیا ہے یعنی ''مسیح ابن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہے اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔

(جنگ مقدس: صفحہ 7۔روحانی خزائن: جلد 6، صفحہ 89)

جواب نمبر 4:

اگر خلت کے عموم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں تو مرزائی صاحبان بتائیں

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔

(الرعد:38)

ترجمہ: اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیے۔

کیا اس آیت کے مطابق جبکہ تمام رسولوں کے لیے ان کی بیویاں اور اولاد ثابت ہو رہے ہیں کیا اس عموم میں عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں اور ان کے لیے بھی اولاد ہے اگر وہ اس عموم سے خارج ہیں تو اسی طرح آیت متنازعہ فیہ میں بھی سمجھ نہیں، اسی طرح ہر انسان کے لیے کہا گیا کہ اس کو جوڑے سے ہم نے پیدا کیا اور نطفے سے پیدا کیا ہے۔عیسیٰ علیہ السلام بھی انسان ہیں اور وہ اس عموم سے خارج ہیں اسی طرح متنازعہ فیہ آیت میں سمجھ لیں۔

جواب نمبر 5:

اگر اس آیت سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کیسے زندہ ہیں۔

ماھو جوابکم فھو جوابنا

آیت نمبر4:

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ۔ (المائدہ:75)

یعنی ”وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔“

مرزائی طرز استدلال:

جب حضرت مریم علیہا السلام کا طعام موت سے بند ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی موت سے بند ہے۔اگر زندہ ہیں تو بتلایا جائے کہ وہ کیا کھاتے ہیں یا پیتے ہیں۔

جواب نمبر1:

جو کھانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کھاتے ہیں وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھاتے ہیں۔

جواب نمبر2:

اس ظاہری کھانے کے علاوہ بھی اللہ کے نیک بندے زندہ رہ سکتے ہیں اور وہ روحانی غذا ہوسکتی ہے جو مخصوص بندگان خدا کو دی جاتی ہے اور یہی غذا حضرت عیسی علیہ السلام کوملتی ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:”اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔

(براہین احمدیہ: حصہ پنجم،صفحہ 57۔روحانی خزائن: جلد21،صفحہ 216)

جواب نمبر3:

علامہ شعرانی(898ھ......973ھ)اس سوال کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:

قال العلامة الشعرانی فی الیواقیت والجواهر:(فان قیل) فما الجواب عن استغناء ہ عن الطعام والشراب مدة رفعه فان اللّٰه تعالی قال:(وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ) (فالجواب) أن الطعام انما جعل قوتا لمن یعیش فی الارض لأنه مسلط علیه الهواء الحار والبارد فینحل بدنه فاذا انحل عوضه اللّٰه تعالٰی بالغذاء اجراء لعادته فی هذه الخطة و اما من رفعه اللّٰه الی

السماء فانه يلطفه بقدرته و يغنيه عن الطعام والشراب كما اغنى الملائكة عنهما فيكون حينئذ طعامه التسبيح و شرابه التهليل كما قال رسول اللہ ﷺ انى ابيت عند ربى يطعمنى ويسقينى۔

(الیواقیت والجواہر: جلد2،صفحہ 146۔مطبوعہ مصر)

ترجمہ: اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ سوال کرے کہ آسمان پر قیام کے دوران انہیں کھانے پینے سے کیسے استغناء ہوگا؟ جبکہ ارشاد باری ہے: ''کہ ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں بنایا کہ جو کھاتا پیتا نہ ہو۔'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو زمین پر رہنے والا ہے اس کے بدن کی قوت کے لیے کھانا بنایا گیا ہے۔اس لیے کہ اس کے جسم پر گرم اور سرد ہواؤں کا عمل دخل ہے جن سے جسم تحلیل ہوتا ہے۔اس اثر پذیری کے پیش نظر قدرت نے کھانے کے عمل کو رکھ دیا ہے باقی جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں اٹھالیا تو وہاں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت لطیفہ سے کھانے اور پینے سے مستغنی کر دیا جس طرح کہ ملائکہ کو ان دونوں چیزوں سے پاک رکھا ہے بس ان کا وہاں کھانا پینا تسبیح و تہلیل ہے۔جس طرح رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بے شک رات کو مجھے اپنے رب کی طرف سے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

جواب نمبر4:

جوخوراک آدم علیہ السلام کی تھی وہی عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِيۡسٰى عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ۔ (آل عمران:59)

یعنی ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے۔''

جواب نمبر5:

اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی اُلوہیت توڑنے کے لیے بطور دلیل پیش کی گئی ہے کہ جو کہ کھانے پینے کامحتاج ہو وہ اللہ کیسے بن سکتا ہے،تو الوہیت کی تردید کے لیے ایک دودفعہ کا کھانا بھی کافی ہے۔اگر ہم کہیں کہ مرزا قادیانی اور اس کی بیوی اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اس کی بیوی بھی مرگئی ہے،حالانکہ وہ اس کے بعد بڑی مدت تک زندہ رہی۔

آیت نمبر 5:

وَ أَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا۔

(مریم:31)

ترجمہ: اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔

قادیانی استدلال:

اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اگر وہ زندہ ہیں تو بتائیے کہ وہ زکوٰۃ کس کو دیتے ہیں اور نماز کس طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔

جواب نمبر 1:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھتے ہیں تو ساتھ ساتھ عیسیٰ علیہ السلام بھی پڑھ لیتے ہیں اور جن غریبوں اور مسکینوں کو زکوٰۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیتے ہوں گے انہیں عیسیٰ علیہ السلام بھی دیتے ہوں گے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے صاحبِ نصاب ہونا آپ ثابت کر دیں، زکوٰۃ کسے دیتے تھے یہ ہم بتائیں گے۔ نیز یہ بتائیں کہ بچپن میں وہ کیسے نماز پڑھتے تھے اور کن لوگوں کو زکوٰۃ دیتے تھے۔ کیونکہ وہ تو بچپن سے کہہ رہے ہیں: یعنی اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا۔

جواب نمبر 3:

اصل بات یہ ہے کہ نماز اور زکوۃ کی فرضیت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ جب تک وہ شرائط نہ پائی جائیں تب تک نماز اور زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ کیا ہر مسلمان پر ہر وقت نماز اور زکوٰۃ فرض ہے؟ نماز فرض ہوتی ہے جب وقت ہو، جب عاقل بالغ ہو اور زکوٰۃ فرض ہوتی ہے جب صاحبِ نصاب ہو۔ سال گزر گیا ہو۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں دنیا میں رہتے ہوئے بھی زکوٰۃ دی تھی؟ انہوں نے نہایت غربت اور عاجزی کی زندگی گزاری ہے ان کے پاس اتنا مال ہی جمع نہیں ہوتا تھا کہ وہ زکوٰۃ دیں۔

اعتراض مرزائیہ:

آپ کہتے ہیں کہ عیسٰی آئیں گے، گھوڑے پر بیٹھیں گے، جہاد کریں گے، دجال کو قتل کریں گے، یہ کیسے ہوسکتا ہے دو ہزار سال کا بوڑھا ایسے کام کرے اس کے لیے تو حرکت کرنا ہی مشکل ہے چہ جائے کہ تلوار اٹھا کر جہاد کرے؟

جواب:

ہر کام عقل کے ذمہ ڈالنے والے ہمیشہ منہ کی ہی کھاتے ہیں، گمراہ بھی جلد ہوتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب بھی اللہ نے پہلے سے ہی دے رکھا ہے بس تعصب کی عینک اتار کر قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے، قرآن کہتا ہے: وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (الحج: 47) ''تمہارے رب کے ہاں کا ایک دن تمہارے ہاں ایک ہزار دن شمار ہوتے ہیں۔'' معلوم ہوگیا کہ اگر دو ہزار سال بھی اللہ کے ہاں دو دن ہیں تو دو دن گزار کے آنے سے بندہ بوڑھا نہیں ہوجاتا۔

مشق سبق نمبر 18

(1) فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ......الخ سے مرزائی کیسے استدلال کرتے ہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟

(2) لفظ ''كَمَا'' کس لیے آتا ہے؟

(3) مرزائی خَلَتْ کے معنی کیا لیتے ہیں؟ اس کا جواب کیا ہے؟

(4) كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ سے مرزائی استدلال اور اس کا جواب نقل کریں۔

(5) وَ أَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ والی مرزائی دلیل کا کیا جواب ہے؟